بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

عہد قدیم میں دنیا کے بیشتر ممالک قریب ترین پڑوسی ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے ت دور واقع تھے۔ عالمی لگن اور آفاقی شعور کا خاکہ تک انکے ذہن سے اوجھل تھا۔ توفیق الٰہی سے انسانی ذہن ں دینی اہمیت جوں جوں بڑھتی گئی اسی طرح انسان اپنی خداداد قوتوں اور پوشیدہ صلاحیتوں سے باخبر گیا اور تخلیق کائنات کے رموز دریافت کرنے لگا۔ عقل انسانی کی بام عروج تک رسائی ہوتے ہی انسانی خلافت کا پرچم کائنات پر لہرانے لگا اور انسان نے اس وسیع کائنات کی طنابیں اس قدر کھینچ ڈالی ہیں کہ شرق و مغرب جس قدر دور سمجھے جاتے تھے اسی قدر قریب تر ہو گئے تسخیر کائنات کو انسان عنایت وندی کے بجائے اپنی قوت بازو کا نتیجہ سمجھ بیٹھا مادی ترقی کے بام عروج پر پہنچ کر بھی ذہنی پستی کے ے نکل نہ سکا۔ عالمگیر انسانیت کے دائرہ میں قدم رکھنے کے بجائے انتہائی نظر فریب جीवन ग्रहण اصلاحات اختراع کرنے لگا۔ ان اصلاحات کو جاذب نظر اور دلکش بنانے میں اپنی ساری قوتیں صرف کردیا اپنی بلند حوصلگی اور وسیع النظری کو تنگ دامنی اور پست حوصلگی کا شکار بنادیا۔ ان پست حوصلہ اور تنگ نظر اصلاحات کو دلکش بنانے میں اسلاف کے شہکاروں کا سہارا لیا اور ان کی ہمہ گیر حیثیات کو عوام کی نظروں سے اوجھل کرکے اپنا الو سیدھا کرنے میں اس نے کافی توجہ دیدی اور ریشم کی کیڑے کی طرح اپنے اردگرد علاقائیت کا حصار تیار کرلیا۔ اس حدبندی سے اس کا دائرہ عمل کس قدر تنگ ہوتا جا رہا ہے اس کا اسے مطلق احساس نہیں ہے اور راقم الحروف کے نزدیک یہ رجعت قہقری کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ہمارا ملک علاقائی تہذیب اور علاقائی زبان و ادب کا ایک گلدستۂ صد رنگ ہے علاقائی احساس سر آنکھوں پر مگر اس حدبندی میں گرفتار ہو کر ہمہ گیر خصوصیات اور برکات سے محروم ہوجانا کس قدر منحوس ہے۔

ان گلہائے رنگین کے ایک جگہ جمع ہوجانے سے جو حسن پیدا ہوجاتا ہے اور اس حسن میں جو کشش آجاتی ہے اسکو بھی ذہن میں جگہ دینی ہے۔

اردو ہندوستانی تہذیب و ادب کا ایک لامحدود خزانہ ہے جس میں ہندوستان کے علاقائی زبان و ادب کا بڑا ذخیرہ موجود ہے عالمی ثقافت اور کائناتی ادب سے اس کا گہرا رشتہ ہے عالمی فکر و احساس کی پوری پرچھائیاں یہاں پائی جاتی ہیں۔ اور اس کی پرورش میں ہندوستان کے اکثر ملک کے

علاقہ برابر کے حصہ دار ہیں۔

توفیق ایزدی سے کیرلا بھی اردو تہذیبی دنیا سے دن بدن قریب ہوتا جارہا ہے ابتدائی مدارس میں اس کا چرچا عام ہوتا جارہا ہے لیکن ثانوی مدارس اور کالج کی سطح پر بہت ہی محدود پیمانہ پر کام ہورہا ہے یونیورسٹی تک اس شعبہ کی رسائی ہنوز نہیں ہوئی حالانکہ کیرلا کے تعلیمی اور سیاسی ادارے نیز دلی کیرلا کے غیر ہندوستانی علاقوں میں کیرلا میں اردو زبان و ادب کی اشاعت سے متعلق کئی سالوں سے سبز باغ دکھاتے آرہے ہیں خدا کرے کہ ان میں خلوص و صداقت کا حسن و جمال آجائے۔

کالیکٹ یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کے قیام کی کافی گنجائش ہے سنڈیکیٹ اور وزارت تعلیم پر شاید اردو کی ہمہ گیر افادیت واضح نہیں ہے جس کی وجہ سے تاخیر ہورہی ہے حالانکہ کیرلا کے شیدائیان اردو کی مسلسل کوششیں جاری ہیں اور انشاء اللہ منزل مقصود کے حصول تک جاری رہینگی۔

فاروق کالج کی دن دونی رات چوگنی ترقی محتاج تعارف نہیں ہے اس ادارے کی تعلیمی و ثقافتی سرگرمیوں کے پیش نظر یونیورسٹی سے ڈگری کلاس میں اردو کو اختیاری مضمون کی حیثیت سے جاری کرنے کی اجازت ایک سال قبل ہی حاصل ہوگئی ہے مگر وائے برحال ما وزارت تعلیم کی عدم توجہ سے یہ سلسلہ اب تک جاری نہ ہوسکا امید ہے کہ وزارت تعلیم عنقریب توجہ ضرور کریگی۔

بقیہ صفحہ 8 کا "میر کی سراپا نگاری"

محبوب کی آنکھیں شراب دو آتشہ سے بھرپور رہتی ہیں لیکن ان آنکھوں پر سایہ دار پلک گو لطیف اور نازک ہیں مگر اس نزاکت میں کس بلا کی قیامت ہوتی ہے یہ بھی دیکھئے ؎ سایہ میں ہر پلک کے خوابیدہ ہے قیامت

اس فتنۂ زماں کو کوئی جگا کے دیکھو

محبوبہ کے لب شیریں محتاج تعارف تو نہیں ہوتے مگر اس شیرینی میں جو لطافت اور نزاکت ہے یہ میر سے سنئے ؎

نازکی ان کے لب کی کیا کہئے :. اک پنکھڑی گلاب کی سی ہے

نزاکت لب کے اظہار کے لب کشائی کا رنگ ترنگ ملاحظہ ہو ؎

یاقوت کوئی ان کو کہے ہے کوئی برگ گل :. ٹک ہونٹ ہلا تو بھی اک بات ٹھہر جائے

میر کے پیکر حسن میں نسوانی نزاکت ہے۔ اس کے کان میں لگے ہوئے زیور کا کرشمہ دیکھئے ؎

لیتے کروٹ ہل گئے جو کان کے موتی ترے

شرم سے سر در گریباں صبح کے تارے ہوئے

بیگم احتشام ندوی صبا

غزل

چمن پر تاراج کرنے کو فلک پر برق لرزاں تھی
تب ایسے وقت میں ہم نے بنائے آشیاں رکھدی

کسی ظالم نے میرے عشق کی تحقیر کی خاطر
مقابل داستانِ قیس میری داستاں رکھدی

وہ میرا سجدۂ صادق تجھے حاصل کہاں واعظ
کہ صد کعبہ ہوئے قرباں، جبیں میں نے جہاں رکھدی

کرشمہ چشمِ موسیٰ کا تھا یا برقِ تجلی کا
بنائے طور کس نے تیرے افسانے میں جاں رکھدی

چڑھا منصور سولی پر تو نازاں ہو کر یوں بولا
کہ میں نے آج بنیادِ حیاتِ جاوداں رکھدی

لیکن یہ ہمیشہ یاد رہے ......

ہو عزم تو لو دے اٹھتا ہے، ہر خم سلگتے سینے کا
جو اپنا حق خود چھین سکے، ملتا ہے اسے حق جینے کا
لیکن یہ ہمیشہ یاد رہے اک فرد کی طاقت کچھ بھی نہیں
جو بھی ہو اکیلے انساں سے دنیا کی بغاوت کچھ بھی نہیں
تنہا جو کسی کو پائیں گے طاقت کے شکنجے جکڑیں گے
سو ہاتھ اٹھیں گے جب مل کر دنیا کا گریباں پکڑیں گے
انسان وہی ہے دانا بندہ اس راز سے جس کا سینہ ہے
اوروں کے لئے تو جیتا ہی خود اپنے لئے بھی جینا ہے —— جاں نثار اختر

نیکوں کو نہ ٹھہرائیوں اے فرزند
ایک آدھ ادا انکی اگر ہو نہ پسند
کچھ نقص انار کی لطافت میں نہیں
ہوں اس میں اگر گلے سڑے دانے چند —— حالی

نادانی سے پہلے تو خطا کرتے ہیں
ہٹ کر کے پھر اور بھی برا کرتے ہیں
جب تم سے کوئی گنہ ہو تو توبہ کر لو
میلے کپڑے کو دھو لیا کرتے ہیں —— امجد حیدر آبادی

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے
وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے —— ڈاکٹر اقبال

بقیہ صفحہ 6، "خود جیسا"

۱۹) کیا آپ کم تعلیم یافتہ یا با نوتی قسم کے افراد سے اسلئے کنارا کرتے ہیں کہ ان سے آپ کو فائدہ حاصل کرنیکی توقع نہیں ہوتی؟
۲۰) کیا آپ اہلِ مجلس کو اشارے سے خاموش کرا دیتے ہیں جبکہ آپکو جاننے والا کوئی دوسرا شخص اچانک وارد

خود پیما

انگشت نمائی اور عیب جوئی انسانی معاشرہ کا بد ترین گناہ ہے جس قدر اس گناہ سے نفرت کا اظہار کیا گیا ہے اسی قدر انسان اس کا مرتکب بھی ہوا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے اصلاح اخلاق کی جتنی تحریکیں چلی آئی ہیں ان میں سے اکثر اطمینان بخش نہ ہو سکیں اور جو تحریکیں مفید ثابت ہوئی ہیں وہ عوام کی حد تک موثر رہیں عوام کے جذبات میں آگ لگائی گئی۔ خیالات میں طوفان برپا کیا گیا جھنجوڑ جھنجوڑ کر اصلاح اخلاق پر مائل کیا گیا۔

اصلاح اخلاق کا منطقی پیرایہ جس قدر اصلیت سے دور ہوتا گیا اسی قدر اس سے تنفر اور بیزاری کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور صدہا تحریکیں ناکامی کا شکار ہو گئیں اخلاقی اقدار کے تذکرہ سے عام طور پر پیشانی پر بل پڑنے لگے اور نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ خود پسندی کا شکار ہو گئے خود پسندی اور خودستائی لازم و ملزوم ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اس مقام پر اچھی سے اچھی قابلیت اور لیاقت کا بھی کوئی مقام نہیں ہوتا۔

آج کل اخلاقی اقدار کے سمجھنے اور پرکھنے کے اور عام طور پر کامیاب اخلاقی اقدار کی تلاش میں مغربی پیمانے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ حالانکہ مشرق و مغرب جس قدر قریب تصور کئے جاتے ہیں اسی قدر ان دونوں جہتوں میں دوری بھی واقع ہے راہِ حیات میں دونوں کے اعتبارات، رجحانات اور زاویہ نگاہ کے مابین کافی فرق ہے اور یہ ایک بحث طلب تحقیقی موضوع ہے جس پر تفصیلی بحث کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

زیر نظر مضمون میں اخلاقی اقدار کی وضاحت کئے بغیر آپ سے چند سوالات کئے جا رہے ہیں جو عام طور پر ہمارے اپنے معاشرہ سے تعلق رکھتے ہیں ان سوالات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوگا کہ موجودہ معاشرہ میں ہم کس حد تک کامیاب زندگی بسر کر رہے ہیں اور یہ سوالات چند تجربہ کار نفسیاتی ماہرین کی تحقیق کا نتیجہ ہیں عیب جوئی ہمارا کام نہیں اور نہ ہم اس سے خوش ہیں قاری کے سامنے ماہرین نفسیات کی تحقیق کا ایک خود پیما آئینہ پیش ہے باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی

ذیل کے سوالات پر نظر غائر ڈال لیجئے۔ ہر سوال کا صحیح جواب اپنی تجرباتی زندگی سے تلاش کیجئے اور پھر ہر جواب کا صحیح نمبر لکھتے جائیے۔ کل سوالات کے جوابات

(الف) اگر سوال کے جواب میں آپ کی زبان سے 'ہاں' نکلا تو نمبر صفر ہوگا۔

(ب) اگر سوال کے جواب میں آپ کی زبان سے 'کبھی کبھی' نکلا تو دو ۲ نمبر لکھئے۔

(پ) اگر سوال کے جواب میں آپ کی زبان سے 'نہیں' نکلا تو پانچ ۵ نمبر لکھئے۔

سوالات:-

۱) کیا آپ کسی شخص سے پہلی ہی ملاقات پر اس کا نام پتہ اور مشغلہ اپنے روزنامچے میں لکھنا بھول جاتے ہیں؟

۲) کیا آپ کے دوست احباب میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جنکو ہمیشہ آپ سے شکایت رہتی ہے؟

۳) کیا آپ دوسروں کی خوشحالی دیکھ کر خود کو پسماندہ سمجھ جاتے ہیں اور ترقی کے لئے کوشش کرتے ہیں؟

۴) کیا آپ اصلاح کے پیش نظر ایک کی برائی سے دوسرے کو آگاہ کرنے کا ظرف رکھتے ہیں؟

۵) آپ کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ آخری ہوتا ہے؟

۶) آپ کی مصروفیت کے دوران دوسروں کی مداخلت آپ پسند نہیں کرتے؟

۷) دوران گفتگو قطع کلامی کے بغیر ہم کلام ہونا نا جائز تصور کرتے ہیں؟

۸) کیا آپ ہر محفل میں بچوں کو ساتھ رکھ کر ان کی تربیت کرتے ہیں!

۹) کیا آپ سائل کو ہاں یا نہ میں جواب دینے کے بجائے تفصیلات بتا دیتے ہیں؟

۱۰) دوستوں کے غائبانہ تعارف میں صدق دل سے ایک دوسرے کی خوبیاں اور خامیاں بیان کرنے کی آپ کو عادت ہے؟

۱۱) منزل قریب پاکر کیا آپ دوڑ پڑتے ہیں؟

۱۲) کیا آپ کسی دوست کے کسی دشمن سے اس لئے ملتے جلتے ہیں کہ اس نے آپ سے دشمنی نہیں کی؟

۱۳) کیا آپ کسی ضیافت میں بے تکلف دوستوں سے چھینا جھپٹی کرنے کے عادی ہیں؟

۱۴) کیا آپ کسی بیہودہ شخص کے سامنے جو آپکی آہستہ کلامی سے نا آشنا ہو بلند آواز سے بول کر اسکی تشفی کرنیکی صلاحیت رکھتے ہیں؟

۱۵) کیا آپ کسی تین ایسے دوستوں کے نام بتا سکتے ہیں جو اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونیکے بعد آپ سے کنارہ کر گئے ہوں؟

۱۶) کیا آپ اپنے کسی دوست کیساتھ اسقدر مخلص ہیں کہ آپ اسکے کل خطوط کھول سکیں؟

۱۷) کیا آپ دوسروں کی شرم کے پیش نظر ہر وہ کام کرنیکی ہمت رکھتے ہیں جو عام طور پر آپکے قابل عمل نہ ہو؟

۱۸) آپ خود کو سچا ثابت کرنیکے لئے کوئی ایسی قسم کھا سکتے ہیں جو دوسروں کو مطمئن کردے؟

باقی صفحہ 4 پر

میر کی سراپا نگاری !

میر کا محبوب انسان ہے اور اس کائنات کا باشندہ ہے، گوشت پوست کا مجسمہ ہے حسن و نزاکت کا پیکر ہے اس کی فطرت میں بلندی ہے اس میں جنس کی بھینی بھینی مہک ہے۔ یہ سماج اور معاشر کے آداب سے واقف ہے اور رسم و رواج سے باخبر ہے۔ میر کے محبوب کی تلاش کے لئے کلام میر کے پوسٹ مارٹم کی ضرورت نہیں ہے۔ محبوب کے حسن و جمال کے سلسلہ میں کئی اشعار مل جاتے ہیں اپنی معشوقہ کے حسن کو انہوں نے بہت قریب سے دیکھا ہے پرکھا ہے میر کے عاشقانہ جذبات سے تیار شدہ پیکر حسن میں پاکیزگی اور صداقت ہے۔ معشوقہ کے سراپا نگاری میں میر کا ہاتھ سے نفاست کا دامن نہیں چھوٹا۔ عریانیت سے حتی الامکان گریز کیا ہے محبوب کے خارجی حسن اور داخلی صلاحیتوں کا اس قدر آسانی سے پتہ چلا لیا جانا دور بین یا دفار عاشق کا ہی کام ہوتا ہے میر اس سلسلہ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ پیکر حسن تو دنیا میں کئی طرح کے پائے جاتے ہیں مگر میر کی پسند ملاحظہ ہو ؎

پھول گل و شمس و قمر سارے ہی تھے
پر ہمیں ان میں تمہیں بھائے بہت

میر کا محبوب ایک مثالی پیکر ہے اس کے خد و خال میں بلا کا حسن ہے اس کے انداز و اطوار میں دلکشی ہوتی ہے۔ پیکر حسن کی دلربائی اس کے متناسب اعضاء پر منحصر ہوتی ہے۔ متناسب اعضا میں ادنیٰ سا فرق بھی قابل برداشت نہیں ہوتا کیونکہ ادنیٰ سا فرق بھی خوبصورتی کے منافی ہوتا ہے۔ متناسب اعضا کی طرف اشارہ اس طرح کیا جاتا ہے ؎

تناسب یہ اعضا کے اتنا تجھ تر
بگاڑا تجھے خوبصورت بنا کر

پیکر حسن کی دلکشی تناسب اعضا کے علاوہ ایک دلچسپ ادا کی بھی متقاضی ہوتی ہے لہٰذا میر فرماتے ہیں ؎

گل ہو مہتاب ہو آئینہ ہو خورشید ہو میر
اپنا محبوب وہی ہے جو ادا رکھتا ہے

میر کے محبوب کی ایک ایک حرکت میں ایک خاص ادا ہوا کرتی ہے میر کی اداشناسی اپنی جگہ اور محبوب کا میلان طبع اپنی جگہ، مگر میر اپنے محبوب کی ادائیں جس انداز سے پیش کرتے ہیں وہ بہت قابل دید ہے ؎

ناز و انداز و ادا عشوہ و اغماض و حیا
آب و گل میں تیری سب کچھ ہے مگر پیار نہیں

میر جس قدر اداشناس ہیں اسی قدر رمز شناس بھی ہوتے ہیں میر کے محبوب کی آمد کی کیفیت دیکھئے ؎

جیسے بجلی کے چمکنے سے کسی کی سدھ جائے

محبوب کے حسن و ادا کی تاثیر کا شکار صرف میر ہی نہیں
ہوئے بلکہ ؎ سرو و شمشاد گئے سب خاک میں مل
تو نے گلشن میں کیوں خرام کیا
محبوب کی قیامت خیز قامت کو دیکھ کر کہتے ہیں ؎
ان گل رخوں کا قامت لہکے ہے یوں ہوا میں
جس رنگ سے لچکتی پھولوں کی ڈالیاں ہیں
قامت کی لہک کو شاخ گل کی لچک میں تعبیر
کرنے کے بعد شاخ گل کی یہ مستی بھری انگڑائی کی اصل
وجہ دیکھئے ؎ شوق قامت پر تیرے اے نونہال
گل کی شاخیں لیتی ہیں انگڑائیاں
محبوب اپنے تمام رعنائیوں کے ساتھ ظاہر ہوتا
ہے تو اسکی صفائی بدن کے متعلق میر کہتے ہیں ؎
پڑتی ہے آنکھ ہر دم جا کر صفائے تن پر
سو جی گئے تھے قرباں اس شوخ کے بدن پر
اور یہ توبہ شکن حسن جب ٹہلنے پر آمادہ ہوتا ہے تو اسکے
چلنے کی کیفیت اس طرح پیش کرتے ہیں ؎
نام خدا نکالے کیا پاؤں رفتہ رفتہ
تلواریں چلتیاں ہیں اسکے تو اب چلن پر
رفتار اور اسکے انداز سے ناظرین کے دل تو
بے شک مجروح ہو جاتے ہیں ایسے میں میر اپنے محبوب
کے نزاکت رفتار کی مدح خوانی کرنے لگتے ہیں ؎
گل برگ سے ہے نازک خوبیٔ پا تو دیکھو
کیا ہے چمک کف کی رنگ حنا تو دیکھو
خوبیٔ پا کی نزاکت کو برگ گل سے تشبیہ دینے
کے بعد نقش قدم کا نقشہ پیش کرنے کا انداز ملاحظہ ہو ؎
ہر نقش پا ہے شوخ ترا رشک یاسمیں
کم گشتہ چمن سے ترا رہگذر نہیں

میر کے پیکر حسن کی پاپوشاک بھی سحر طراز ہے ؎
قیامت ہیں یہ چپیاں جامے والے
گلوں نے جنکی خاطر خرقے ڈالے
میر کی سراپا نگاری میں حسن کی بڑی دلکش تصویریں
مل جاتی ہیں میر کی گلعذار کی جاذبیت رخسار پر ایک
نظر ڈالتے جائیے ؎
رخسار اس کے ہائے رے جب دیکھتے ہیں ہم
آتا ہے جی میں آنکھوں کو ان میں گڑو دیجئے
معشوق کے گال کی جاذبیت میں اضافہ کی
اصل وجہ اس کے چہرے پر کا تل ہے ؎
وہ کالا چور ہے خال رخ یار
کہ سو آنکھوں میں دل ہو تو چرا لے
حسن معشوق کو دیکھ کر میر کے لطیف احساسات
میں نکھار آجاتا ہے باد صبا کی عطر بیزی کا راز کس انداز سے
فاش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے ؎
لگ نکلی ہے کسو کی مگر بکھری زلف سے
آنے میں باد صبح کو یاں اک دماغ ہے
چمن کا حسن پھولوں کی کھلکھلاہٹ اور کلیوں کے
تبسم سے ہوتا ہے مگر اسکی اصل وجہ میر سے دریافت کیجئے ؎
کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
اسکی نیم باز آنکھوں سے
اور ان نیم باز آنکھوں کی جادوگری دیکھئے ؎
میر ان نیم باز آنکھوں میں ۔۔ ساری مستی شراب کی سی ہے۔
ان شرابی آنکھوں کے قریب زلف کی لہروں سے
دلچسپی لینا آسان کام نہیں ہے ؎
دلا بازی نہ کر ان گیسوؤں میں
نہیں آسان کھلانا سانپ کالے

باقی صفحہ نمبر ...